© rasailojaraid.com

رسائل و مسائل

سائنسی تحقیق: دینی یا دنیوی کام

سوال: میں ایک مقامی ادارے میں انجینئر ہوں۔ اپنے شعبے میں تخصص (specialization) کیا ہے۔ یہاں پر اعلیٰ درجے کی تحقیق ہوتی ہے اور میں محسوس کرتا ہوں کہ میں دن کا بڑا حصہ صرف اور صرف اپنی پیشہ ورانہ مصروفیت اور سونے میں گزار دیتا ہوں اور باقی حصہ نماز اور گھر میں بیوی بچوں کے ساتھ۔ بچپن سے ہی تحریک سے وابستہ ہوں۔ دل چاہتا ہے کہ میں بھی مذہب کو زیادہ سے زیادہ وقت دوں اور زیادہ مطالعہ کروں لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں نے اپنی ساری توانائیاں صرف اور صرف دنیا کے لیے کھپا رکھی ہیں۔ جتنی فکر، جتنی لگن اور جتنا شوق مجھے اپنے پیشے سے ہے، اتنا مذہب سے ہرگز نہیں۔ جب سے یہ فکر لاحق ہوئی ہے، میں کوئی کام ڈھنگ سے نہیں کر پا رہا۔ براہ کرم درج ذیل حوالوں سے میری رہنمائی فرمایئے:

۱۔ اسلام میں اعلیٰ تحقیق بالخصوص سائنسی مضامین کے بارے میں کیا احکامات ہیں جب کہ موجودہ دور میں تخصص کی بہت اہمیت ہے اور ایک فرد کو اپنے شعبے میں بہت وقت دینا پڑتا ہے۔

۲۔ خالص سائنسی پیشے کو مذہبی نقطہ نگاہ سے کیسے ہیں؟ جب کہ یہ خالص دنیاوی ہوں؟

جواب: اسلام میں اعلیٰ تحقیق (بالخصوص سائنسی مضامین میں) کے حوالے سے آپ کے سوال سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شاید آپ بھی اسلام کو بڑی حد تک ایک "مذہب" سمجھتے ہیں۔ مغرب میں یہ عام تصور پایا جاتا ہے کہ مذہب عبادت، ذاتی اور روحانی ترقی یا چند مخصوص وظائف کے ادا کرنے کا نام ہے اور اس کا کوئی براہ راست تعلق ایک فرد کے فنی یا پیشہ ورانہ معاملات سے نہیں ہے۔ اس تصور نے مختلف ذرائع سے جن میں تعلیم، ثقافت اور ذرائع ابلاغ شامل ہیں، یہ باور کرا دیا ہے کہ مغربی عیسائیت کی طرح اسلام بھی ایک مذہب ہے جو ذاتی نجات اور سکون تو فراہم کرتا ہے لیکن فنی معاملات کو اہل فن پر چھوڑ دیتا ہے۔

حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ قرآن کریم نے جگہ جگہ اہل ایمان کو کائنات پر غور کرنے پر ابھارا ہے تاکہ وہ موجودات پر غور اور تحقیق و تجربے کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے انعامات کا اندازہ کر سکیں اور کائنات میں موجود ذرائع کو انسانی معاشرے کی فلاح و ترقی کے لیے ذمہ داری کے ساتھ استعمال کر سکیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حکمت کے ساتھ پیدا کیا ہے: "کچھ شک نہیں اہل ایمان کے لیے اس میں نشانی ہے" (العنکبوت ۲۹:۴۴)۔ یہی مفہوم سورہ فاطر ۳۵:۴۱، سورہ المومن ۴۰:۶۴، سورہ الزخرف ۴۳:۹-۱۰ اور سورہ الجاثیہ ۴۵:۳ میں ملتے جلتے الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے۔ بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منشا انسان کو متوجہ کرنا ہے کہ وہ کائنات اور اس کی موجودات پر غور و تحقیق کرنے کے بعد نہ صرف خالق کائنات بلکہ خود اپنے بارے میں طے کرے کہ وہ کس قسم کی زندگی گزارے، شکر کی یا کفران نعمت کی۔ چنانچہ فرمایا گیا: "کیا انھوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نگاہ نہیں کی کہ ہم نے اس کو کیوں کر بنایا اور سجایا اور اس میں کہیں شگاف تک نہیں" (ق ۵۰:۶)۔ ظاہر ہے یہ اور اس مضمون کی دیگر آیات (الانبیا ۲۱:۳۳، الملک ۶۷:۳-۴، النزعٰت ۷۹:۲۷-۲۹) ایک متلاشی حق کو بار بار اس امر پر ابھارتی ہیں کہ وہ آنکھیں کھول کر آسمان کو، آفاق کو، کائنات کو، اپنے نفس کو اور خصوصاً خلا (space) کو اپنی تحقیق کا مرکز بنائے اور ستاروں پر کمند ڈالنے کے لیے وہ ایجادات کرے جو اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی کائنات کے اسرار و رموز اس کے سامنے کھولنے میں مددگار ہوں۔

جب قرآن پاک فرماتا ہے کہ: "کیا ان لوگوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ آسمان کی ہوا میں گھرے ہوئے (اڑتے رہتے) ہیں، ان کو اللہ ہی تھامے رکھتا ہے۔ ایمان والوں کے لیے اس میں نشانیاں ہیں" (النحل ۱۶:۷۹، مزید الملک ۶۷:۱۹) تو اس کا واضح اشارہ اس طرف ہے کہ انسان طیارہ سازی (aeronautics) کے حوالے سے تحقیق و تجربہ کرے کہ اگر پرندے فضا میں یوں سفر کر سکتے ہیں تو بی ۵۲ کیوں سفر نہیں کر سکتا۔ یہی سبب ہے کہ ماضی میں جب اہل ایمان نے قرآن پر غور کیا اور اس میں اپنے شعبے اور فن کے حوالے سے ہدایات تلاش کیں تو وہ نہ صرف تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ و ادب میں بلکہ فضا اور کائنات کے حوالے سے نئے نئے تجربات کرنے کی طرف مائل ہوئے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ فضا میں پرواز کے سلسلے میں بھی مسلمانوں نے عباسی دور حکومت میں تجربات کیے تھے۔

قرآن کریم نہروں اور سمندروں کے حوالے سے نہ صرف یہ بات سمجھاتا ہے کہ ان میں انسان کے لیے بہترین غذا رکھ دی گئی ہے: "اور وہی تو ہے جس نے دریا کو تمھارے اختیار میں دیا تاکہ اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ، اور اس سے زیور (موتی وغیرہ) نکالو جسے تم پہنتے ہو، اور تم دیکھتے ہو کہ یہ کشتیاں دریا میں پانی کو پھاڑتی ہوئی چلی جاتی ہیں اور اس لیے بھی کہ تم اللہ کے فضل سے (معاش) تلاش کرو تاکہ اس کا شکر کرو" (النحل ۱۶:۱۴۔ مزید دیکھیے بنی اسرائیل ۱۷:۷۰، فاطر ۳۵:۱۲، ۲۷ الرحمٰن ۵۵:۲۱، ۲۴، ابراهیم ۱۴:۳۲، الروم ۳۰:۴۶)، بلکہ ان کا تجارتی استعمال بطور بحری شاہراہوں کے بیان فرماتا ہے تاکہ نقل و حمل کے وسائل ایجاد کیے جائیں اور محفوظ سفر اور تجارتی سامان کی ترسیل کے لیے اس کا استعمال کیا جا سکے۔ "اور نہریں اور رستے بنا دیے تاکہ ایک مقام سے دوسرے مقام تک جا سکو" (النحل ۱۶:۱۵)۔

ہمارا مشاہدہ ہے کہ آج جو صنعتی ترقی ہے اس میں فولاد یا لوہے کا بنیادی کردار ہے۔ قرآن کریم جہاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جگہ جگہ آسمان اور پانی کی طرف متوجہ کرتا ہے وہاں فولاد کی طرف بھی متوجہ کر کے سمجھاتا ہے کہ تحقیق کے ذریعے اس کے استعمال معلوم کریں۔ آج کے معاشی میدان سے اگر صرف ایک عنصر یعنی فولاد یا لوہے کو نکال دیا جائے تو تمام کاروبار حیات ٹھپ ہو کر رہ جائے۔ آخر فیکٹریوں کی مشینیں، مشینوں کو لانے والے ٹرک، ریل گاڑیاں، بحری جہاز اور ہوائی جہاز، سب لوہے اور فولاد ہی کے تو مرہون منت ہیں۔ "اور لوہا پیدا کیا اس میں (اسلحہ جنگ کے لحاظ سے) خطرہ بھی شدید ہے اور لوگوں کے لیے فائدے بھی ہیں" (الحدید ۵۷:۲۵)۔ گویا دھاتوں اور معدنیات کے حوالے سے متوجہ کرتے ہوئے ان افراد کو جو اس میدان میں تخصص پیدا کرنا چاہتے ہوں، دعوت دی گئی کہ وہ آگے بڑھیں اور اللہ کی پیدا کی ہوئی اس نعمت کو نہ صرف دفاعی مصنوعات کے لیے جن میں انسانیت کے لیے خطرے کا ذکر کیا گیا بلکہ دیگر اہم معاشی فوائد کے لیے بھی استعمال کریں۔ غور کیا جائے تو کپڑے سینے کی سوئی ہو یا انجکشن کی سوئی، لکڑی یا دیوار میں لگنے والی کیل ہو یا بجلی کے بڑے بڑے کھمبے، میلوں لمبے پل ہوں یا کاغذ کو یکجا کرنے والا اسٹیپلر، لوہا کہاں نہیں ہے۔ حد یہ کہ انسانی غذا میں بھی تناسب پیدا کرنے اور خون کی پیداوار بڑھانے میں آئرن (فولاد) کا استعمال ہوتا ہے۔ یہ تمام پہلو اور ان سے وابستہ تخصص کو زیر بحث لا کر گویا قرآن نے ہمیں پیغام دیا ہے کہ ہم سائنسی تحقیق و ترقی میں کلاں (Macro) اور خورد (Micro) سطح پر تحقیق و تجربہ کو اختیار کریں اور اللہ کے شاکر بندے بنیں۔

انبیا کرام کے حوالے سے بھی قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ ان میں سے بعض اپنے اپنے فن کے ماہرین تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی جہاز سازی کی مہارت، حضرت داؤد علیہ السلام کی آہن گری، حضرت یوسف علیہ السلام کا مالیاتی معاملات میں ماہر ہونا، سامنے کی مثالیں ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ قرآن نے خود ایمان کے حوالے سے جو اصطلاحات استعمال کی ہیں وہ انسان میں نفسیاتی طور پر تخصص اور مہارت و کمال کی صفات پیدا کرنے کی تعلیم دیتی ہیں۔ اسلام، ایمان، احسان اور تقویٰ اس تدریجی ترقیاتی عمل کی نشان دہی کرتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کو مالک و آقا تسلیم کرنے کے بعد ایمان کمال کے مدارج سے گزرے اور احسان کی کیفیت اور تقویٰ کی صفت و طرز کو اختیار کرلے اور محض روایتی شہادت تک محدود نہ ہو جائے۔ اس سلسلے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث انتہائی سادہ الفاظ میں ایک بہت بڑی حقیقت بیان کرتی ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ: "اگر تمھیں جانور کو ذبح کرنا ہو تو انتہائی تیز آلے سے ذبح کرو"۔ غور کیجیے کہ جو دین ایک جانور کو بھی غیر فنی اور نامناسب آلے سے ذبح کرنے کی اجازت نہ دیتا ہو، کیا وہ دفاعی میدان، جراحت کے شعبے یا cyberspace کے بارے میں اناڑی پن سے کام کرنے کی اجازت دے سکتا ہے، یعنی کیا دین یہ گوارا کر سکتا ہے کہ ایک مومن نماز اور روزے کا تو پابند ہو لیکن کمپیوٹر سے نابلد ہو۔ اور اگر کچھ شد بد رکھتا بھی ہو تو ابھی تک windows 95 میں الجھا ہوا ہو۔ گویا پیشہ ورانہ مہارت عین مقصود دین ہے اور تخصص دین کا تقاضا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآن کریم نے تفقہ فی الدین کے لیے مسلمانوں کی ایک جماعت کو وہی اہم مقام دیا ہے جو دوسری جماعت کو جہاد بالسیف کے حوالے سے دیا ہے۔ اور یہ بات ایک عام مسلمان بھی جانتا ہے کہ تفقہ نام ہی تخصص کا ہے۔ گہری تحقیق و فکر' بغیر تخصص کے نہیں ہو سکتی۔

آپ کے سوال کا دوسرا پہلو بھی غور طلب ہے' یعنی اسلام میں کیا چیز دنیاوی ہے اور کیا روحانی یا مذہبی؟ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ اسلام نے عبودیت کے تصور کے ذریعے دنیا کے نام پر کیے جانے والے ہر ممکنہ کام کو دین کے دائرے میں شامل کر دیا ہے۔ ایک شخص اگر صبح سے رات تک قرآن کریم کی تلاوت' مطالب پر غور' تفاسیر کا تقابلی مطالعہ' صرف اور نحو کی حدود سے ہر ہر آیت کی محاسن فنی پر تحقیق کرتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ وہ سرتاپا دین کے کام میں لگا ہوا ہے۔ لیکن اگر ایک شخص صبح سے رات تک اکل حلال کے حصول میں مزدوری' کاشت کاری یا کوئی فنی کام کرتا ہے اور اس کام کے دوران امانت' سچائی' عدل' خوف خدا' پابندی وقت اور مقررہ اوقات میں اللہ کے حضور حاضری کا اہتمام کرتا ہے تو معلوم نہیں کس نص شرعی کی بنا پر اس سارے کام کو دنیاوی کہہ دیا جاتا ہے۔ سورہ الجمعہ نے دین و دنیا کی اس مصنوعی تقسیم کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا ہے جس میں ہم معاشی سرگرمی کو محض دنیاوی اور مسجد میں جا کر اللہ کو یاد کرنے کو خالص دین قرار دیتے ہیں۔ فرمایا جاتا ہے: "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جب پکارا جائے نماز کے لیے جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ یہ تمھارے لیے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانو۔ پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو شاید کہ تمھیں فلاح نصیب ہو جائے" (الجمعہ ۶۲:۹-۱۰)۔

گویا فلاح کے حصول کے لیے نہ صرف مسجد میں بلکہ معاشی کاروبار میں بھی اللہ کا ذکر کرنا ہو گا۔ ہاں اگر تجارت کا مقصد محض حصول مال ہو یا سائنسی تحقیق کا مقصود محض حصول شہرت و منفعت ہو' تو اس کی گنجایش اسلام میں نہیں ہے۔ ایک انجینئر کا اپنے شعبے میں مہارت حاصل کرنا اور اس مہارت کو اسلام کی ترقی کے لیے استعمال کرنا ہی امانت و دیانت ہے۔

ایک شخص کا اپنے پیشے کو ترک کر کے اللہ کی راہ میں ہمہ وقت تبلیغ کرنا اسی وقت اسلام کے مطابق ہو گا جب وہ اپنے دیگر فرائض بھی پورے کر رہا ہو' یعنی بیوی کے حقوق' والدین کے حقوق' اولاد کے حقوق' ہمسائے کے حقوق اور اقربا کے حقوق' نیز اس کے ساتھ ہر سطح پر امربالمعروف بھی کر رہا ہو۔ اسلام میں انتخاب' دین و دنیا کے درمیان نہیں ہے بلکہ دنیا کو مکمل طور پر دین کے تقاضوں اور مطالبات کا تابع بنانا ہے۔ ایک شخص اپنے پیشے میں رہتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے بے شمار ایسے کام کر سکتا ہے جو اسے اپنے پیشے میں بھی کمال کے حصول میں مدد دیں اور اپنے خاندان کے حقوق کی ادائیگی سے بھی غافل نہ کریں۔ اصل ضرورت توازن و عدل کی ہے اور اسلام نام ہی اس توازن و عدل کا ہے جس میں فن کے ساتھ ساتھ' اللہ تعالیٰ کے دین کی ہدایات کو زندگی کے ہر معاملے میں نافذ و رائج کیا جائے۔ واللہ اعلم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باالصواب (پروفیسر ڈاکٹر انیس احمد)

شفٹوں میں کام کی وجہ سے نماز قضا ہونا

س : میں اپنے والدین کے ہمراہ اپنے آبائی گاؤں سے نقل مکانی کر کے گوجرانوالہ شہر میں پچھلے چار سال سے مستقل رہائش پذیر ہوں۔ میں اپنے گھر سے تقریباً ۱۸۰ کلومیٹر کے فاصلے پر کھیوڑہ میں ایک فیکٹری میں کام کرتا ہوں اور ہفتہ یا دو ہفتہ بعد گھر لوٹتا ہوں۔ میری بیوی میرے والدین کے ساتھ ہی رہتی ہے۔ اس صورت میں مجھے ملازمت کے مقام یا پیدائش کے مقام یا رہائش کے مقام میں سے کس مقام پر نماز قصر ادا کرنا ہو گی؟

میں مذکورہ فیکٹری میں شفٹوں میں کام کرتا ہوں۔ ہر ہفتہ بعد شفٹ بدل جاتی ہے۔ کئی دفعہ رات بارہ بجے سے لے کر دن بارہ بجے تک کام کرنا پڑتا ہے۔ پھر گھر آکر سو جاتا ہوں۔ اس دوران میری نماز ظہر' عصر اور مغرب قضا ہو جاتی ہے۔ آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ ان نمازوں کو وقت پر ادا کرنا ہو گا یا ان کی قضا پڑھ سکتا ہوں۔ رات کی ڈیوٹی کے بعد گھر آکر سونا بہت ضروری ہے کیونکہ پھر دوبارہ رات کو ڈیوٹی کرنا ہوتی ہے۔ یہ صورت حال مہینے میں آٹھ یا دس دن تک پیش آتی ہے۔

ج : آدمی جس جگہ مستقل طور پر رہائش پذیر ہو وہ اس کا "وطن اصلی" کہلاتا ہے۔ ایک آدمی کے دو "وطن اصلی" بھی ہو سکتے ہیں۔ گوجرانوالہ میں آپ اپنے والدین کے ساتھ مستقل رہائش پذیر ہیں' اور یہاں پر اپنا مکان بنا کر اسی جگہ رہنے کا ارادہ کر لیا ہے تو یہ آپ کا "وطن اصلی" ہے اور مقام پیدائش کو اگر بالکل ترک نہیں کیا' وہاں بھی مکان یا زمین ہے یا مکان ہے تو وہ بھی "وطن اصلی" ہے۔ ان دونوں وطنوں میں جب آپ جائیں گے تو تھوڑا وقت رہیں یا زیادہ' ایک دن رہیں یا دس دن' پوری نماز پڑھنا ہو گی۔ اگر کھیوڑہ میں جائیں تو وہاں نماز قصر کریں کیوں کہ وہ آپ کا "وطن اقامت" ہے۔

ادائیگی نماز کے سلسلے میں عرض ہے کہ نمازیں اپنے وقت پر پڑھنا چاہییں۔ آپ نماز ظہر اور عصر دونوں درمیانی وقت میں پڑھ لیا کریں۔ آج کل اڑھائی بجے سے لے کر تین بجے تک درمیانی وقت ہوتا ہے۔ اس کو "مثل ثانی" کہتے ہیں۔ نمازوں کے لیے جو نقشے مساجد میں آویزاں ہوتے ہیں یا دیگر جگہوں سے دستیاب ہیں' ان میں "مثل ثانی" کے اوقات دیے ہوتے ہیں۔ اسی طرح آپ نماز مغرب اور عشا بھی درمیانی وقت میں پڑھ لیا کریں۔ یہ درمیانی وقت غروب آفتاب کے پون گھنٹہ بعد سے لے کر ڈیڑھ گھنٹہ تک ہوتا ہے۔

ملازمت یا ڈیوٹی کی وجہ سے نمازوں کو قضا کر لینا جائز نہیں۔ اس کے بجائے ڈیوٹی تبدیل کرائی جائے یا پھر ایسی تدبیر کی جائے کہ درمیانی وقت میں آپ دو شفٹوں میں اپنی نیند بھی پوری کر لیں اور نمازیں بھی

© rasailojaraid.com